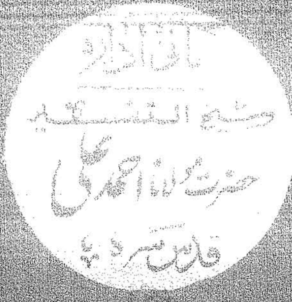




جو چیز بُری ہے



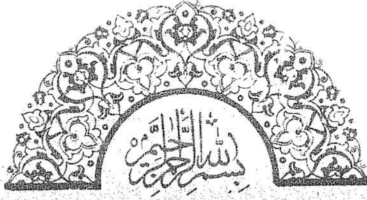
تیسری بات اور کیا ہو سکتی ہے؟



عظمتِ اسلامیہ تہذیب نمایاں کرو!

سنتِ حضرت خلیل اللہ کا ساماں کرو!
کفر کی رونق مٹاؤ، بت کدے ویراں کرو!
جان و دل قربان کر ڈالو خدا کے دین پر
اور متاعِ جسم کو بھی رونقِ زنداں کرو
ہے تقاضائے عمل، باطل سے ٹکرانا ہے گر
سنتِ شبیرؓ، ضربِ حیدریؓ عنواں کرو
نوچ ڈالو، ان پری چہرہ مشغولوں کے نقاب
دین کے سوداگروں کے خال و خط عریاں کرو
کاٹ کر نمرودِ حاضر کے سرِ مغرور کو!
جانشینِ بولہب کو خوف سے لرزاں کرو
کاسہ لیسوں کی رعونت کو کچل دو پاؤں میں
چاک ہر اسلام کے غدار کا داماں کرو
ملک میں چاہتے ہو گر آئینِ قرآں کا نفاذ
ملتِ اسلامیہ کو متحد یک جاں کرو!
مشعلِ فاروقؓ سے روشن کرو دنیا و دیں
بازوئے حیدرؓ سے اختر کفر کو بے جاں کرو

اختر کاشمیری



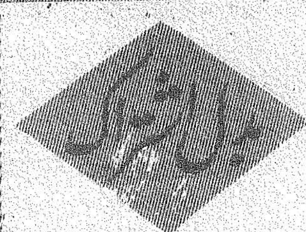


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۳ر صفر المظفر ۱۳۹۵ھ
۱۴ر فروری ۱۹۷۵ء

جلد ــــ ۲۰

شمارہ ــــ ۳۸



سالانہ ۲۶/۰ روپے
ششماہی ۱۴/۰ روپے
سہ ماہی ۷/۰ روپے
فی شمارہ ۶۰ پیسے

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

دینی مدارس

علماء کے فکر و عمل کے اتحاد کا نام ہے!

کیوں رہبروں کے سائے میں لٹتے ہیں قافلے
کیا آج کوئی واقفِ منزل نہیں رہا؟

اخبارات میں دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کی خبر آئی تو ہمارے دینی حلقوں کے اربابِ بصیرت نے حکومت کے اس اقدام کو مداخلت فی الدین قرار دیتے ہوئے اس کے سیاسی اسباب و محرکات اور مذہبی عوامل و مضمرات کی نشاندہی کی اور تمام مکاتبِ فکر کے مقتدر علماء کا ملتان میں ایک عظیم الشان اجلاس ہوا جس میں مدارس عربیہ کے تحفظ کے لیے "اتحادِ مدارس عربیہ" کے نام سے ایک فعال تنظیم قائم کر دی گئی۔ جس کے بعد حکومت کے ایک ذمہ دار وزیر نے غیر مبہم الفاظ میں یہ اعلان کر دیا کہ حکومت دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کی غلطی نہیں کرے گی۔

حکومت کے اس نادر شاہی اقدام پر مذہبی، سیاسی اور عوامی حلقوں کے مثبت اور مؤثر ردِ عمل نے حکومت پر یہ واضح کر دیا ہے کہ مدارس عربیہ کو لقمۂ تر سمجھ کر نگل جانا اور ہضم کر لینا کوئی آسان کام نہیں۔

ہمارے نزدیک اس تنظیم کا وجود ناگزیر تھا۔ اگر اس قسم کی کوئی تنظیم پہلے سے معرضِ وجود میں آئی ہوتی تو نوبت یہاں تک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن افسوس کہ ہم اس وقت تک کسی فتنہ پر سوچنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے جب تک وہ پوری طرح مسلح ہو کر "ھل من مبارز" کا نعرہ لگاتا ہوا میدان میں نہ آ جائے۔

گرد و پیش کے حالات سے صرفِ نظر اور سیاسی جوڑ توڑ کی شعبدہ بازیوں سے یہ بے خبری لادین اور اسلام کش طاقتوں کو اسلام اور

اہل اسلام پر شبخون مارنے کا موقع فراہم کرتی ہے ؎

ہوتی نہ عام جہاں میں کبھی حکومتِ عشق
سبب یہ ہے کہ محبت زمانہ ساز نہیں

حکومت کے اس اعلان کے بعد دینی حلقوں کو خوش فہمی میں مبتلا ہونے کے بجائے خوابِ غفلت سے پہلے سے زیادہ بیدار ہونے کی ضرورت ہے اور جمود کی جگہ حرکت اور سکوت کی جگہ فکر انگیز انقلاب کی تیاری شروع کر دینی چاہیے۔ ورنہ داروئے بیہوشی پی کر سو جانے کے نتائج خطرناک ہوں گے اور پاکستان میں ایک بار پھر بخارا اور تاشقند کی تاریخ دہرائی جائے گی۔ ہم حکومت کی نیت پر شبہ کیے بغیر محض حفظ ماتقدم کے طور پر عرض کرتے ہیں کہ حکومت نے اس باب میں اپنی پالیسی پر نظرثانی ضرور فرمائی ہے۔ لیکن اس کی تہہ میں بنیادی طور پر جو فکر کارفرما ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

وزیر محترم کا یہ اعلان کہ حکومت ائمہ مساجد کو سرکاری خطبات مرتب کر کے دے گی اسی فکر کی ایک کڑی ہے۔ مزید برآں انہوں نے پاکستان کے مؤذنین کی تربیت کے لیے حجاز مقدس سے اتالیق برآمد کرنے کا اعلان فرما کر جو نہلے پر دہلا مارا ہے وہ پاکستان میں اسلام کے سر پر قائم ہونے والی قیامت کبریٰ کا صورِ اوّل ہے اس کے بعد بھی تنبیہ کر لینا چاہیے کہ ؎

برہم ہوں بجلیاں کہ فضائیں خلاف ہوں
کچھ بھی ہو اہتمام گلستاں کریں گے ہم

محلوں کے لیڈر اور محلات کے لیڈر

گزشتہ دنوں لاہور میں شیعہ سنی اتحاد کے سلسلے میں مذہبی امور کے وزیر جناب کوثر نیازی کی صدارت میں ایک اجلاس ہوا جس میں شیعہ اکابر و اصاغر نے مع اپنے "قافیہ ردیف" شرکت فرمائی لیکن نمائندگان اہل سنت بروقت اطلاع نہ ملنے کے باعث سارے شریک نہ ہو سکے۔ جو دو چار اصحاب شریک ہوئے وہ تناسب کے لحاظ سے اہل سنت کی نمائندگی کے لیے ناکافی تھے۔ اس لیے ہمارے دوست علامہ احسان الٰہی ظہیر نے وہاں یہ تجویز پیش کی کہ اس اجلاس کو ملتوی کر دیا جائے اور اہل سنت کے تمام نمائندوں کو اس میں مدعو کیا جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ اجلاس تب نمائندہ اجلاس کہلائے گا جب اس میں مولانا عبیداللہ انور، علامہ محمود احمد رضوی، مولانا محمد اجمل خاں، مولانا محمد ابراہیم، مولانا احسان اللہ فاروقی، اختر کاشمیری، پیر محمد ابرار، ملک عبدالرؤف وغیرہ کو شامل کیا جائے گا۔

اس پر جنابِ کوثر نیازی نے ارشاد فرمایا یہ لوگ محلوں کے لیڈر ہیں۔ اس لیے ان کو بلانا ضروری نہیں۔ اگرچہ انہوں نے بعد میں ان تمام حضرات کو مدعو فرمایا لیکن اصولاً ان کی یہ بات درست تھی کیونکہ محلے اور محل کے لیڈر میں بہرحال زمین و آسمان کا فرق ہے اور اس فرق کو برقرار رکھنا وزیر محترم کے مذہبی فرائض میں شامل ہے۔ ہم ان سطور میں اس فرق کو واضح کرتے ہیں تاکہ محترم آئندہ احتیاط فرمائیں۔

○ محلے کے لیڈر پانی یا دودھ پیتے ہیں لیکن محلات کے لیڈر شراب اور سوڈا واٹر پیتے ہیں۔
○ محلے کے لیڈر جھونپڑی اور کٹیا میں رہتے ہیں، لیکن محلات کے لیڈر کوٹھی اور کوٹھے میں رہتے ہیں۔
○ محلہ کے لیڈر محنت کر کے مزدوروں کے ہمرکاب ہوتے ہیں لیکن محلات کے لیڈر حکومت کے خزانۂ عامرہ کے سُوتے سے فیضیاب ہوتے ہیں۔
○ محلے کے لیڈر اللہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں لیکن لیکن محلات کے لیڈر تھاپ پر رقصاں مغنیہ کے اشارۂ ابرو پر سر ہلاتے اور دل بہلاتے ہیں۔
○ محلہ کے لیڈر جمہوریت کی بحالی کے لیے خون دیتے ہیں، لیکن محلات کے لیڈر جمہوریت کی لاش پر کھڑے ہو کر قضائے حاجت فرماتے ہیں۔
○ محلہ کے لیڈر اسلام سے محبت کرتے ہیں لیکن محلات کے لیڈر اسلام آباد سے محبت کرتے ہیں۔
○ محلہ کے لیڈر شاہی مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے پہنچتے ہیں لیکن محلات کے لیڈروں کے قدم نوگزے کی قبر کے قریب پہنچ کر رُک جاتے ہیں۔
○ محلہ کے لیڈر سے ہر غریب مل سکتا ہے لیکن

(باقی ص ۲۰ پر)





دنیا کے سب سے بڑے معلّمِ اخلاق تھے

از افاداتِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد :

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم :

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم ۔

وَاِنَّکَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۔

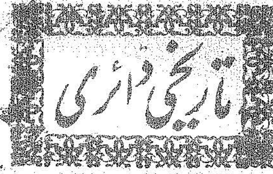
"بلاشبہ آپؐ بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔"

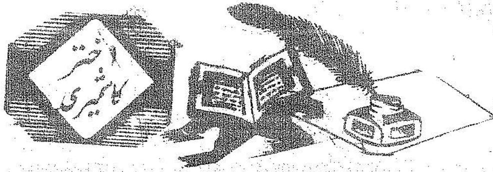
قرآن کریم کی اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ کے وصف کو بیان فرمایا گیا ہے جس ذات اور جس ہستی کے اخلاق پہ قرآن شاہد و ناطق ہو اس کا اخلاق جس قدر بلند ہو گا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ محسنِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ عالیہ میں اخلاق و اخلاص اس قدر غالب تھا کہ جو شخص ایک بار دیکھتا یا معاملہ کرتا وہ متاثر اور گرویدہ ہوئے بغیر نہ رہتا۔ اسلام کی ترقی میں سب سے زیادہ جس چیز کو دخل ہے وہ وہ آپ کا اخلاق کریمانہ ہے۔ کیونکہ مقتدائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے معلم اخلاق تھے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے وہ اس چیز سے بے خبر ہیں کہ لوہے کی تلوار سے اخلاق کی تلوار زیادہ کارگر ہے۔

اس دعوت و ارشاد اور تبلیغ و ہدایت کے راستہ میں جس قدر صعوبتیں اور ایذائیں آپؐ کو دی گئی ہیں وہ کسی اور کو نہیں دی گئیں۔ لیکن آپؐ کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے سب و شتم کے جواب میں ہمیشہ دعائیں دیں اور ظلم و ستم اور جور و استبداد کے کے مقابلہ میں سدا صبر و ضبط سے کام لیا۔ آج اگر دنیا کی مختلف قوموں، جماعتوں اور گروہوں میں اختلاف اور جنگ و جدل کی گرم بازاری ہے تو یہ حضورؐ کے اخلاق حسنہ سے روگردانی اور اعراض کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ اخلاق بندۂ مومن اپنا لے تو جھگڑے اور فساد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کتنے لوگ ہیں جو کسی کی سخت بات اس لیے برداشت کرتے ہیں کہ یہ سنّتِ رسولؐ ہے۔ الّا ماشاءاللہ، بہت کم اس وقت ہمارے مسلمانوں کے بعض طبقوں میں جو انتشار پیدا ہو چکا ہے یہ بھی پیغمبرؐ کے اخلاق سے بے خبری کی دلیل ہے۔ جو لوگ صحابہؓ پہ زبانِ طعن دراز کرتے ہیں وہ دراصل اسلام سے بے خبر ہیں۔ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ صحابہؓ کی پیروی کی جائے۔ لیکن بعض لوگوں نے ان کو گالیاں دینا اپنا مذہب بنا لیا ہے۔ یہ طریقہ اسلام اور اخلاق محمدیؐ کے خلاف ایک بغاوت ہے۔ اس طریقہ سے قرب کے بجائے دُوری اور وصل کے بجائے فصل پیدا ہوتا، محبت کی جگہ نفرت اور دعاء کی جگہ ایذا جگہ پالیتی ہے۔ لوگ قریب آنے کے بجائے دُور بھاگتے ہیں، محبت کم ہو جاتی ہے اور نفرت عام ہو جاتی ہے۔ قرآن گواہ ہے کہ عرب کے وحشیوں کو اسلام کے قریب لانے والی چیز حضورؐ کا اخلاق اور نرمی تھی۔ ارشاد ہے :

فبما رحمۃ من اللّٰہ لنت لھم ولو کنت فظًّا

(باقی صفحہ ۲۱ پر)





وجود باری تعالیٰ

جب کہا جاتا ہے کہ تشریف لائیے گا ؟ تو کہتے ہیں انشاءاللہ" دکھ درد میں بے اختیار پکارتے ہیں "ہائے اللہ"۔ ہر ایک کام شروع کرتے وقت پڑھتے ہیں بسم اللہ۔ اگر تعریف کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے سبحان اللہ۔ پانی پلانے یا کھانا کھلانے پر فرمایا جزاک اللہ۔ بوقت ملاقات کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ، سو کر اٹھے تو کہا لا الٰہ الا اللہ، جب چھینک آئی تو کہا الحمد للہ، جواب میں کہا یرحمک اللہ و یھدیکم اللہ، اظہارِ نفرت پر کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ، اگر پوچھا جائے کیا کام کرتے ہو تو کہا توکلت علی اللہ، گناہ سے معافی چاہیں تو کہا استغفروا اللہ، قسم کھانے پر کہیں واللہ تاللہ، بوقت نکاح کہیں آمنتُ باللہ، کسی سے محبت ہو تو کہیں لحب اللہ، بوقت رخصتی کہیں فی امان اللہ، کسی سے مانگیں تو کہیں واسطے اللہ، خیرات پر کہیں فی سبیل اللہ، کسی بزرگ کو کہیں اہل اللہ یا ولی اللہ، سخی کو کہیں محب اللہ، دعا پر آمین اللہ، صحابی کے نام پر رضی اللہ، اور بزرگ کے نام پر رحمۃ اللہ، اپنا نام لکھیں تو عفا اللہ۔ کسی سے پناہ مانگیں تو کہیں نعوذ باللہ، کسی خوشرو کو دیکھیں تو کہیں فتبارک اللہ، کسی کی خوبی دیکھیں تو کہیں ماشاءاللہ، جھوٹوں کو کہیں لعنت اللہ، بادشاہ کو کہیں ظل اللہ، غرضیکہ ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے۔ (مخزن اخلاق "مولانا رحمت اللہ")

سرمایۂ رسولؐ

عرفان میرا سرمایہ ہے، عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد ہے، شوق میری سواری ہے، ذکر الٰہی میرا مونس ہے، اتحاد میرا خزانہ ہے، خوف میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میرا مکان ہے، خدا کی رضا میری غنیمت ہے، عاجزی میرے لیے وجہ اعزاز ہے، زہد میرا پیشہ ہے، یقین میری طاقت ہے، صدق میرا سفارشی ہے، طاقت میرا بچاؤ ہے، جہاد میرا کردار ہے، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ (اسلامی تعلیمات از مولانا عبیداللہ انور)

صوفی

صوفی وہ ہے جس کا دل ابراہیمؑ کی طرح دنیا سے سلامت یافتہ ہو۔ اور اسی طرح فرمانِ خدا بجا لانے والا ہو۔ اس کی تسلیم، تسلیم اسماعیلؑ اور اندوہ اندوہِ داؤدؑ، اس کا فقر فقرِ عیسیٰؑ، اس کا صبر، صبرِ ایوبؑ، اس کا شوق، شوقِ موسیٰؑ۔ اور اس کا اخلاص و اخلاق محمدؐ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح ہو ——— نیز

صوفی وہ ہے جو جانوروں کی آوازیں، ہر اک سوز و ساز ہیں، چڑیوں کی چہک ہیں، پھولوں کی مہک ہیں، سبزے کی لہک ہیں، جواہرات کی دمک ہیں، سورج کی چمک ہیں، سما و سمک ہیں، درختوں کے رنگ ہیں، شیشہ و سنگ ہیں، آہنگِ رباب و چنگ ہیں، زمزم و گنگ ہیں، پتھر کی سختی ہیں، خوشحالی و بدبختی ہیں، زمین کی نرمی ہیں، آتش کی گرمی ہیں، دریا کی روانی ہیں، کواکب آسمان ہیں، پہاڑ کے ابھار ہیں، بیابان و مرغزار ہیں، بہار و خزاں میں ایک نادیدہ ہستی کا جلوہ نظر آئے۔ (حضرت جنید بغدادی و ابو عمرو بن النجیدؒ)

عہدِ مواخات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں آنے کے بعد مہاجرین و انصار میں رشتۂ اخوت قائم کرنے کے لیے ایک تقریب منعقد فرمائی۔ جس میں مہاجرین و انصار کو اس شان سے ملایا گیا کہ دونوں گروہ حقیقی بھائی بن گئے۔ تاریخ میں اس تقریب کو عہدِ مواخات کہا جاتا ہے۔

جب حضورؐ نے سب کو بھائی بھائی بنا دیا، تو

(باقی صـ ۱۲ پر)



ذِکر بالجہر کی شرعی حیثیّت



حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا گزر کوفہ کی مسجد میں ذاکرین کی ایک جماعت پر ہوا۔ جس میں ایک شخص کہتا سوؔ بار اللہ اکبر پڑھو۔ تو حلقہ نشین لوگ کنکریوں پر سو بار تکبیر کہتے۔ پھر وہ کہتا سوؔ بار لا الٰہ الّا اللہ پڑھو۔ وہ سو بار تہلیل پڑھتے۔ پھر وہ کہتا سوؔ بار سبحان اللہ پڑھو۔ وہ سنگریزوں پر سو بار تسبیح پڑھتے۔ اُن دنوں ابن مسعودؓ کوفہ کے گورنر تھے۔ اتفاقاً ابو موسیٰ اشعریؓ نے انہیں دیکھ لیا۔ اس کا تذکرہ ابن مسعودؓ سے کیا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا لوگو! تم ان سنگریزوں پر کیا پڑھتے ہو؟ وہ کہنے لگے ہم سبحان اللہ والحمد للہ لا الٰہ الّا اللہ واللہ اکبر سو سو بار پڑھتے ہیں۔ آپ نے ان کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

قال فعدّوا من سیّئاتکم فانا ضامن من ان لا یضیع من حسناتکم شیئٌ۔ ویحکم یا اُمّۃ محمّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسرع ھلکتکم ھٰؤلاءِ الصحابۃ بینکم متوافرون وھذا ثیابہٗ لم تبل و آنیتہٗ لم تکسر (الی ان قال) او مفتحی باب الضلالۃ (مسند دارمی صہ۳۸ بسند صحیح) (وکتاب الاعتصام للشاطبیؒ)

فرمایا تم ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کرو میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری نیکیوں سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔ نہایت افسوس ہے کہ تم پر اے اُمّتِ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہی جلدی ہلاکت میں پڑ گئے حالانکہ ابھی تک تم میں صحابہ کرام بکثرت موجود ہیں۔ ابھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے۔ ابھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے برتن نہیں ٹوٹے! اور تم لوگوں نے بدعت اور گمراہی کا دروازہ کھول لیا ہے؟

چنانچہ ابن مسعودؓ نے بحیثیت گورنر اس بدعت کو بند کر دیا۔ حضرت ابن مسعودؓ کا مطلب صرف یہ تھا کہ اگرچہ تکبیر و تہلیل و تسبیح و تحمید کی بہت کچھ فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔ مگر یہ خاص طریقہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا بنایا ہوا نہیں بلکہ یہ خود تمہارا ایجاد کردہ ہے۔ قرآن کا مقصد حضورؐ نے سمجھا اور سکھایا اور صحابہ کرامؓ نے سیکھا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں بدعت پنپ نہیں سکتی تھی۔ لیکن آج کل اکثر مساجد میں بدعت کے شیدائیوں نے اسے زندہ کر رکھا ہے۔

علامہ قاضی ابراہیمؒ حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

اَنَا عبد اللہ ابن مسعودؓ فوَالّذی لا الٰہ غیرُہٗ لقد جئتمْ ببدعۃٍ ظلماءَ اولقد فقتمْ علیٰ اصحاب محمّدٍ صلّی اللہ علیہ وسلّم (مجالس الابرار صہ۱۳۳)

میں عبد اللہ بن مسعودؓ ہوں۔ خدائے وحدہ لاشریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم نے یہ نہایت تاریک اور سیاہ بدعت ایجاد کی ہے یا تم علم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے بڑھ گئے ہو؟

ایسے ہی شیخ الاسلام ابن دقیق العیدؒ نے احکام الاحکام ج ا صہ۵ پر نقل کرتے ہوئے فرمایا:

فھذا ابن مسعودؓ انکر ھذا الفعل مع امکان ادراجہٖ تحت عموم فضیلۃ الذکر۔

حضرت ابن مسعودؓ نے اس مخصوص کیفیت کے ساتھ اس فعل کا انکار کیا ہے حالانکہ ذکر کی فضیلت کے عام دلائل کے تحت اس کا داخل کرنا ممکن تھا۔ (مگر پھر بھی داخل نہیں کیا)

حضرت ابن مسعودؓ اور بلند آواز سے مسجد میں مل کر درود شریف پڑھنا

درود شریف پڑھنا بہت بڑی عبادت ہے۔ کوئی مسلمان بھی درود شریف کی فضیلت و اہمیت سے انکار نہیں کرسکتا۔ قرآن کریم میں اس کا حکم موجود ہے اور احادیث میں اس کی فضیلت آئی ہے مگر انفرادی طور پر اور آہستہ۔ چنانچہ علامہ محمد بن محمد الخوارزمی المشہور بالبزازی الحنفی جہر بالذکر کا مسئلہ نقل کرتے ہیں:

عن فتاوی القاضی انہ حرام لما صح عن ابن مسعودؓ انہ اخرج جماعۃ من المسجد یھللون ویصلون علی النبی جھرًا وقال لھم ما اراکم الا مبتدعین (شامی ج ۵ صف۳۵)

قاضی صاحب کے فتاوی سے نقل کیا ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے کیونکہ ابن مسعودؓ سے صحیح روایت کے ساتھ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اس وجہ سے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لاالٰہ الا اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتی تھی۔ اور یہ فرمایا کہ میں تمہیں بدعتی خیال کرتا ہوں۔

انقلاب زمانہ دیکھئے آج جو شخص بلند آواز سے جماعت سے مل کر درود شریف یا کلمہ طیبہ نہیں پڑھتا اہل بدعت انہیں مسجد سے نکال دیتے ہیں مگر عبداللہ ابن مسعودؓ نے بلند آواز کے ساتھ مسجد میں ذکر کرنے اور درود پڑھنے والوں کو مسجد سے نکال دیا تھا اور فرمایا میرے نزدیک تم بدعتی ہو۔ ع

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا

مذکورہ بالا روایت علامہ قاضیؒ علامہ بزازیؒ علامہ شامیؒ اور علامہ حمویؒ سب کے نزدیک صحیح ہے۔ یہ سب احناف کے بڑے پائے کے عالم گزرے ہیں۔ علامہ حمویؒ نے اس روایت کو نقل کرکے یہ الفاظ بھی لکھے ہیں۔ فما زال یذکر ذالک حتی اخرجھم من المسجد یعنی ان کو مسجد سے باہر نکال دو۔

آج جو لوگ منع کرنے والوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں وہ ازراہ دیانت یہ بتائیں کہ مسجدوں میں اجتماعی رنگ بھر سے ذکر کرنے والوں اور درود شریف پڑھنے والوں کو منع کرنے سے ہم ہی مجرم ہوتے ہیں یا عبداللہ ابن مسعودؓ کو اس مبارک فتویٰ سے کچھ حصہ نصیب ہوسکتا ہے ذرا غور سے جواب دیں۔ دوسری بات یہ بھی فرمادیں اگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آج ان مسجدوں میں تشریف فرما ہوتے تو کیا کرتے؟

بارگاہِ رسالتؐ میں ابن مسعودؓ کا مقام

یہ بات مسلّم ہے کہ آنحضرتؐ کے تمام صحابی نجوم ہدایت تھے مگر بعض کو ایسے جزوی فضائل و مناقب حاصل تھے کہ دوسرا کوئی اُن کا ہم پلہ نہیں ہوسکتا تھا۔ ان میں ایک شخصیت عبداللہ ابن مسعودؓ کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر اس قدر اعتماد تھا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

"جس چیز کو تمہارے لیے عبداللہ ابن مسعودؓ پسند کرے میں بھی تمہارے لیے اس چیز کو پسند کرتا ہوں" (مستدرک ج ۳ صف۳۱۹)

نیز ارشاد فرمایا۔

جس چیز کو تمہارے لیے ابن مسعودؓ پسند نہ کرے میں بھی اس چیز کو تمہارے لئے پسند نہیں کرتا۔ (الاستیعاب ج ۳ صف۳۵۹)

امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں: کہ

ابن مسعودؓ خلفائے راشدینؓ سے بھی کتاب اللہ کے بڑے عالم تھے۔ (شرح مسلم ج ۲ صف۲۹۳)

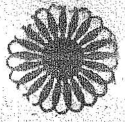
حضرات! آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ صحابہؓ میں درجہ اوّل کے مفسر جن کو حضورؐ کا کلی اعتماد حاصل تھا۔ وہ اس اجتماعی صورت میں ذکر بالجہر کرنے اور مل کر باآواز

(باقی صف۱۰ پر)

گذشتہ سے پیوستہ



افاداتِ رشیدیہ



مولانا سعید الرحمٰن پالن پوری استاد دار العلوم دیوبند

نماز فجر کے بعد طلوع سے پہلے سنتوں کی قضاء

امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز فجر کے بعد دو رکعت پڑھتے دیکھا تو (اس سے) فرمایا "صلوٰۃ الصبح رکعتان"۔ (فجر کی نماز دو ہی رکعتیں ہیں) اس نے عرض کیا کہ میں نے ماقبل کی دو رکعتیں (سنتیں) نہیں پڑھی تھیں جنہیں اب پڑھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خاموش رہے۔

(۱) سنن ابوداؤد ۱/۱۸۰ باب من فاتتہ متی یقضیہا۔

حضرت قدس سرہ العزیز سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا تو تحریر فرماتے ہیں۔

سکوت ادا سنن سے بعد فرض فجر عند الحنفیہ منسوخ ہے۔ عموم اس حدیث سے جو در باب منع نوافل بعد الفجر والعصر وارد ہوئی ہے یا خصوصیتہ پر محمول ہے کہ کسی وجہ غیر معلوم سے آپ نے اس شخص کو اجازت دی مگر وہ (قضیہ) شخصیہ ہے۔ کلیہ حکم اس سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ کلیہ منع نوافل کا بحال خود رہے گا فقط (صـ۸)

مذاہب سب حق ہیں

مذاہب سب حق ہیں۔ مذہب شافعی پر عند الضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں ہے مگر نفسانیت اور لذت نفس سے نہ ہو، عذر یا حجۃ شرعیہ سے ہووے، کچھ حرج نہیں۔ سب مذاہب کو حق جانے، کسی پر طعن نہ کرے، سب کو اپنا امام جانے۔ فقط (صـ۸۹)

عورت بیعت نہیں لے سکتی

عورت بیعت نہیں لے سکتی اور متقدمین سے کسی نے عورت کو بیعت لینے کی اجازت نہیں دی۔ اگر کوئی شخص عورت کو خلافت بیعت دے خاطی ہے۔ دستار و جبہ خلافت عورات کو نہیں مل سکتا۔ البتہ اگر صرف برکت کے واسطے مرشد اس کو کوئی شے مرحمت فرمائے تو وہ تبرکاً اس کو اپنے پاس رکھ سکتی ہے نہ کہ دستار خلافت و جبہ خلافت۔ اور عورات کو یہ امر جائز ہے کہ وہ کسی کو کچھ وظیفہ و ذکر اذکار بتا دیوے مگر مرید کرنا نادرست ہے۔ فقط (صـ۹۱)

بغیر وضو مترجم قرآن چھونا

قرآن شریف مترجم کو بے وضو ہاتھ لگانا منع ہے (صـ۹۴)

وظائف بغیر وضو پڑھنا

وظائف بلا وضو بھی درست ہیں۔ (صـ۸۹)

حق والدہ میں کوتاہی

حق والدہ میں کوتاہی ہوئی، سو اس کی تدبیر اب (بعد وفاتِ والدہ) ایصالِ ثواب اور ان کے لیے استغفار ہے کہ ان کی روح خوش ہو جائے گی۔ بس (صـ۸۳)

قرض کی ادائیگی اور منی آرڈر کا خرچ

مستقرض جو قرض ادا کرے، ادا کرنا اس کے ذمہ ہے۔ خرچ منی آرڈر مجرا نہیں لے سکتا۔ فقط (صـ۸۶)

بطور صدقہ جاریہ ایصالِ ثواب اولیٰ ہے

بندہ کے نزدیک ایصالِ ثواب میں اگر صدقہ جاریہ ہو تو اعلیٰ درجہ ہے کہ دیر تک اس کا ثواب پہنچتا رہتا ہے اور جو گرسنہ حاجت مند کو دیا جاوے تو بھی ثواب ہے۔ مگر جب اثر ختم ہوا ثواب منقطع ہو گیا۔ (صـ۸۶)

ایک مثل پر عصر

سنت مثل بندہ کے نزدیک زیادہ قوی ہے، روایات حدیث سے ثبوت مثل کا ہوتا ہے۔ دو مثل کا ثبوت حدیث سے نہیں (ہے) بناء علیہ ایک مثل پر عصر ہو جاتی ہے، مگر احتیاط دوسری روایت میں ہے۔ فقط (ص۲۲)

زکوٰۃ کے روپیہ سے سامان خرید کر دینا

زکوٰۃ کے روپیہ سے کچھ خرید کر دینا درست معلوم ہوتا ہے، حنفیہ کے نزدیک قیمت زکوٰۃ دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ پس روپیہ زکوٰۃ سے اگر پارچہ (کپڑا) جوتا، طعام خرید کر دیا جاوے گا بہ نیت زکوٰۃ، تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اور شوافع کے نزدیک عین شئے سے دینا لازم ہے لہٰذا خود روپیہ ہی دینا احوط وابعد عن الخلاف ہے۔ (ص۳۱)

زکوٰۃ اور طالب علم

اغنیاء خواہ طلبہ ہوں، خواہ علماء محل زکوٰۃ نہیں، (ہیں) نصوص قاطعہ اس کا اثبات کرتی ہیں، پس قیاس صاحب دُر مختار وغیرہ قابل اعتبار نہیں فقط (ص۴۳)

وضاحت۔ عامل (وصولیٔ زکوٰۃ کا کام کرنے والے سرکاری ملازم) کو زکوٰۃ دینے کی علت لانہ فرغ نفسہ لھذا العمل الخ ہے، صاحب در مختار نے اس پر تفریع کی ہے:

وبھذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ ولو غنیا، اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم استفادۃ الخ

حضرت قدس سرہ نے اس قیاس کو غیر معتبر قرار دیا ہے علامہ طحطاوی اور علامہ شامی رحمہما اللہ نے بھی اس قیاس کو رد کر دیا ہے:

قال طحطاوی: ھذا الفرع مخالف لاطلاقھم الحرمۃ فی الغنی، ولم یعتمدہ احد۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: وھو کذلک یعنی طحطاوی نے جو گرفت کی ہے وہ صحیح ہے۔

(شامی ۲/۸۱ باب المصرف، ۱۲ مرتب)

دوسرے کے فعل کی اچھی تاویل کرنا چاہیئے!

ایک نصیحت آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ حتی الامکان دوسرے کے فعل کی تاویلِ حَسَن کرنا اور جہاں تک ہو سکے دوسرے کی بات کو بھلائی پر حمل کرنا اچھا ہے، اور تھوڑے سے قصور پہ چشم پوشی کرنا عمدہ ہے اس میں آپ کو بہت راحت رہے گی اور دشمن کے فعل کے بدلہ نکوئی کرنا تو بہت عجیب بات ہے کہ ہر ایک کا کام نہیں۔ فقط (ص۵۴)

تہجد کے لیے اٹھا نہ جا سکے تو؟

تہجد کے واسطے یہ کیا کرو کہ اگر شب کو اٹھنے کا اتفاق نہ ہو تو روزہ رکھا اور نفس پر جرمانہ کسی کا لگا دیا۔ تو البتہ نفس کی سرکشی کچھ کم ہو جاوے گی اور جو آپ نفس کو اپنے حال پر چھوڑ دو گے تو روز بروز زیادہ سرکش ہوتا جاوے گا پس اب پھر تجدید عہد کرو اور تہجد اور شغل کو جاری کرو۔ (ص۹۶)

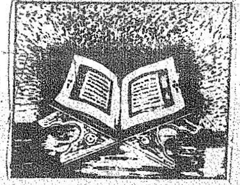
تم جس روز تہجد فوت ہو روزہ رکھا کرو یا بدون صوم فاقہ کر دیا۔ غرض سزاء جوع (بھوک کی سزا) نفس پر بہت سخت ہے لہٰذا یہ سزا دے کر اسے رام کرو۔ (ص۷)

دن کو ذکر ذکر میں کچھ خصوصیت رات کی ہی نہیں، دن کو بھی کرو۔ (ص۱۰۵)

بقیہ: ذکر بالجہر کی حیثیت

بلند درود شریف پڑھنے والوں کو بدعتی کہہ کر مسجد سے نکالتے ہیں۔ اور اس فعل کو پسند نہیں کرتے۔ جب ان کو یہ فعل پسند نہیں تو سابق روایت کے پیش نظر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ فعل ہرگز پسند نہیں۔ اب جس کا جی چاہے ان کی پیروی کرے یا کسی اور کی۔ ع

دروس القرآن





مرتب: محمد مقبول عالم بی اے، لاہور

از افادات: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

سُورَۃُ البَقَرَۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ○

الٓمّٓ حروفِ مقطعات میں سے ہے ۲۹ سورتوں کی ابتدا میں یہ حروفِ مقطعات آتے ہیں۔ مکررات کو حذف کر کے کُل چودہ حروفِ تہجی ان میں استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی ا۔ ح۔ ر۔ س۔ ص۔ ط۔ ع۔ ق۔ ک۔ ل۔ م۔ ن۔ ہ۔ ی۔

۲۹ سورتیں جن کی ابتدا میں حروفِ مقطعات آتے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:۔

الٓمّٓ ـــ البقرہ (۲)، آل عمران (۳)، العنکبوت (۲۹)، الروم (۳۰)، لقمان (۳۱)، السجدہ (۳۲)۔

الٓرٰ ـــ یونس (۱۰)، ہود (۱۱)، یوسف (۱۲)، ابراہیم (۱۴)، الحجر (۱۵)،

الٓمّٓرٰ ـــ الرعد (۱۳)

الٓمّٓصٓ ـــ الاعراف (۷)

حٰمٓ ـــ المومن (۴۰)، حٰمٓ سجدہ (۴۱)، الشوریٰ (۴۲)، الزخرف (۴۳)، الدخان (۴۴)، الجاثیہ (۴۵)، الاحقاف (۴۶)

عٓسٓقٓ ـــ الشوریٰ (۴۲)، حٰمٓ بھی اس کے ساتھ آتا ہے۔

طٰہٰ ـــ طٰہٰ (۲۰)

طٰسٓ ـــ النمل (۲۷)

طٰسٓمّٓ ـــ الشعراء (۲۶)، القصص (۲۸)

کٓھٰیٰعٓصٓ ـــ مریم (۱۹)

صٓ ـــ ص (۳۸)

قٓ ـــ ق (۵۰)

نٓ ـــ القلم (۶۸)

یٰسٓ ـــ یٰس (۳۶)

حروفِ مقطعات تین یک حرفی ہیں، چار دو حرفی، چار سہ حرفی، دو چار حرفی اور ایک پانچ حرفی۔

حروفِ مقطعات حروفِ معانی ہیں یا نہیں، اس کے متعلق مفسرین کے دو گروہ ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ یہ حروف متشابہات میں سے ہیں اور ان کے معانی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر ان کے معانی کوئی نہیں جانتا تو یہ نازل کیوں کیے گئے؟ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا امتحان لینے کے لیے انہیں نازل کیا ہے کہ جس بات میں غور کرنے کا حکم ہو اس میں غور کریں اور جس سے روک دیا جائے اس سے رُک جائیں۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ حروفِ معانی ہیں۔ اور وہ ان کے معانی بیان کرتے ہیں۔ علماء ہند کے استاد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان جیسا جامع شخص کوئی دوسرا نہیں تھا، ان کی تحقیق یہی ہے کہ ان حروف کے معانی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو علمِ لدنی یا القاء کے ذریعے بتاتے ہیں۔ آپ کے فرزندِ اکبر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

حروفِ مقطعات حروفِ تہجی کا مجموعہ ہیں۔ عرب میں اشتقاقِ اکبر کا فن مروّج تھا۔ جس کے ذریعے حروفِ تہجی کے معانی معین کرتے تھے۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک حرفِ تہجی جن الفاظ میں استعمال ہُوا ہے۔ ان کے معانی پر غور کر کے قدرِ مشترک نکال لیا جاتے۔ وہ قدرِ مشترک

اسی حرف تہجی کے معنی ہوں گے مثلاً ضَرَبَ، کَرَبَ، حَرَبَ، جَذَبَ، مجمل میں ب استعمال ہوا ہے۔ جو معنی ان الفاظ میں قدرِ مشترک ہے وہ ب کے معنی ہوں گے۔ قدرِ مشترک نکالنا عام آدمی کا کام نہیں۔ یہ ماہر زبان اور ماہر فن ہی کر سکتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز اپنی کتاب خیر کثیر میں تمام حروف تہجی کے معانی بیان کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ حضرت شاہ صاحب نے الفوز الکبیر فی اصول التفسیر کے آخر میں بھی حروف مقطعات کے متعلق بقدر ضرورت لکھا ہے۔ لیکن بڑے بڑے عالم اسے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ وہ علم لدنیؔ کے لحاظ سے بعض ایسی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں جو کسی لغت میں نہیں پائی جاتیں۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ فرماتے ہیں کہ میری رائے بھی یہی ہے کہ ان حروف کے معانی ہیں اور وہ اجمال ہیں ساری سورت کے۔ یعنی سورہ بقرہ کے ۴۰ رکوع کا خلاصہ الٓمٓ کے اندر ہے۔ جیسے ایک دانے کے اندر سارے درخت کی تفصیل ہوتی ہے۔ اور مرغی کے انڈے کے اندر پورا وجود ہوتا ہے۔ لیکن اسے کسی خوردبین کے ذریعے دکھایا نہیں جا سکتا۔ الٓمٓ کے اندر سورہ بقرہ کے مضامین کا اجمال کیسے ہے؟ ہمیں یہ استعداد اور توفیق نہیں ہے کہ اسے دکھا سکیں۔ ویسے عقیدے کے طور پر مانتے ہیں کہ الٓمٓ کے اندر ساری سورت کی تفصیل موجود ہے۔ جیسے بڑ کے دانے کے اندر سارے بڑ کے درخت کی تفصیل موجود ہوتی ہے۔ اگرچہ اس دانے میں تفصیل دکھانے سے عاجز ہیں۔ لیکن تفصیل ہمارے سامنے ہے۔ اسے دیکھ کر ہمیں یقین کامل ہے کہ جیسے دانے کے اندر سارا بڑ کا درخت اور انڈے کے اندر مرغی کا وجود ہے اسی طرح الٓمٓ کے اندر ساری سورت کی تفصیل ہے۔ اب جب کہ تفصیل ہمارے سامنے ہے۔ اس لیے اس میں غور کرنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اسرارِ محبت ہیں۔ جو غیروں سے پوشیدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ظاہر فرمایا ہے۔ اب ان کے معانی کماً کوئی نہیں جان سکتا۔ وہباً ہی جان سکے ہیں۔

شیخ صدر الدین قونوی نے حروف مقطعات کے متعلق دو رسالے لکھے ہیں۔ قدیم مفسرین سے مقطعات کی تحقیق میں سولہ اقوال منقول ہیں۔ جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حروف مقطعات کے معانی اس تفصیل کا اجمال ہوتے ہیں جو آئندہ سورت میں آتی ہے جس طرح کتاب کا نام وہ رکھا جاتا ہے جس کے سننے ہی سے سامع کے ذہن میں اس کے مضامین کا خاکہ

۲۰ پر

بقیہ: تاریخی ڈائری

اتفاقاً حضرت علیؓ رہ گئے اور انہوں نے دربارِ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے مجھے کسی کا ساتھی نہیں بنایا۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مسکراتے ہوئے اٹھے اور حضرت علیؓ کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا:۔

یا علی! انت اخی فی الدنیا والآخرۃ۔ اے علیؓ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

حضرت علیؓ کو دربارِ رسالت سے یہ شرف حاصل ہوا تھا جس پر دیگر صحابہؓ رشک کیا کرتے تھے۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ (تاریخ کامل)

دو دروازے

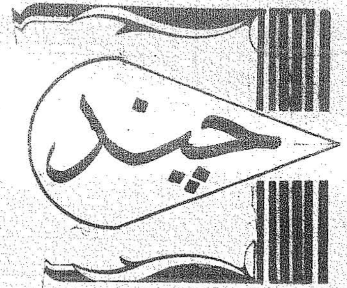
بصرہ کا ایک رئیس ایک دن کسی باغ میں گیا تو وہاں دو میاں بیوی بیٹھے تھے۔ رئیس نے جب دونوں کو دیکھا تو اس کی نیت خراب ہو گئی چنانچہ اس نے میاں کو بہلا پھسلا کر کسی کام پر روانہ کر دیا۔ اور عورت سے کہا کہ باغ کے تمام دروازے بند کر دو۔

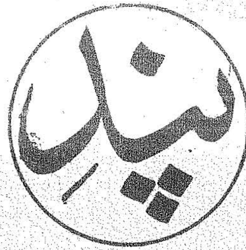
عورت نے کہا: میں نے باغ کے تو تمام دروازے بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ ایسا ہے جو نہ مجھ سے بند ہوتا ہے نہ تجھ سے بند ہوگا۔

رئیس نے پوچھا وہ کون سا دروازہ ہے؟

عورت نے کہا وہ دروازہ خداوند قدوس کا ہے۔

یہ سن کر رئیس شرم سے پانی پانی ہو گیا اور اپنے کیے پہ اظہار ندامت کرتے ہوئے عورت سے معافی مانگنے لگا تو عورت نے کہا۔ مجھ سے کیوں معافی مانگتے ہو! خدا کا یہ دروازہ بھی کھلا ہے۔ تم خدا سے معافی مانگو۔ (کشف المحجوب)







بصیرت افروز باتیں

حضرت جنید بغدادی رح کی باتیں نہایت ایمان افروز ہوا کرتی تھیں۔ ان کا ہر جواب نہ صرف نیکی پر مبنی ہوا کرتا تھا بلکہ سننے والے بڑی آسانی سے مائل ہو جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ باتیں کر رہے تھے کہ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت! یہ باتیں آپ نے کہاں سے سیکھی ہیں؟ جواب میں فرمایا اس سے سیکھی ہیں جو دل کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ پھولوں کا ایک گلدستہ لیے جا رہے تھے کہ کسی نے کہا کہ یہ عظمت اور ولایت کیونکر حاصل کی؟ فرمایا۔ اس راستہ کو کبھی نہیں چھوڑا جو خدا کی طرف جاتا ہے اور جسے سرکار دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم کو دیا۔

فراست ایمانی

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رح کے وعظ میں ایک عیسائی آیا۔ اور ایک جگہ خاموش بیٹھ کر آپ کا وعظ سننے لگا۔ جب وہ وعظ ختم ہو گیا تو وہ عیسائی آپ کے پاس آ گیا اور کہا کہ حضرت! اس حدیث کا مطلب کیا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرنا چاہیئے۔ آپ نے عیسائی سے فرمایا کہ تمہارے مسلمان ہونے کا وقت قریب ہے لہٰذا تم کو مسلمان ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ جو عیسائی مسلمانوں کے لباس میں آیا تھا اپنی اس حرکت پر بہت نادم ہوا اور پھر مجلس میں اسلام قبول کیا۔

اشعار کا اثر

ایک دفعہ حضرت جنید کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک گھر کے اندر سے گانے کی آواز آئی اور اشعار ایسے اثر انگیز تھے کہ حضرت جنید رح کھڑے ہو کر سننے لگے اور جب آواز آنا بند ہو گئی تو آپ نے مکان کے دروازہ پر دستک دی۔ مکان کا مالک باہر آیا۔ اور آپ کو دیکھ کر حیرت سے پوچھنے لگا کیوں حضرت! آپ نے تکلیف کیوں کی؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے گھر میں کون گا رہا تھا؟ مالک نے عرض کیا لونڈی گا رہی تھی۔ آپ نے مالک سے کہا کہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو آزاد کر کے نکاح کر دیا جائے۔ مالک راضی ہو گیا اور آپ نے اپنے ایک معتقد سے اس کا نکاح پڑھا دیا۔ لونڈی جو اشعار گا رہی تھی اس کا مطلب یہ ہوتا تھا :۔

۱۔ جب میں کہتا ہوں کہ تیری جدائی نے مجھے بربادی کا لباس پہنایا ہے تو تُو کہتا ہے کہ بے جدائی کے محبت کی سچائی ثابت نہیں ہوتی۔

۲۔ جب میں کہتا ہوں کہ میں جدائی کی آگ سے جلتا ہوں تو تُو کہتا ہے کہ جدائی کی آگ سے دل پاک ہے۔

۳۔ جب میں کہتا ہوں کہ میرا قصور کیا ہے تو تُو کہتا ہے کہ تیرا وجود اتنا بڑا گناہ ہے جس کے مقابل میں دوسرا گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔

حق گوئی و بے باکی

مشہور تابعی سعید ابن مسیبؒ نے ایک مرتبہ ملک شام کے قاصد سے پوچھا کہ بنی امیہ کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو۔ قاصد نے جواب دیا۔ وہ خیریت سے ہیں آپ نے فرمایا۔ کیا تم اس حال میں نہیں چھوڑ آئے ہو کہ وہ انسانوں کو بھوکا رکھتے ہیں۔ قاصد کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا مگر آپ کو کوئی فکر نہیں ہوئی۔ دوستوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا جب تک میں حق پر ہوں خدا مجھے کبھی بے یار و مددگار نہیں

چھوڑے گا۔ آخر اس حق پرستی اور بے باکی کا یہ نتیجہ ہوا کہ سردی کے ایام میں آپ کے جسم پر ٹھنڈا پانی ڈالا گیا، دُرّے لگوائے گئے۔ لوگوں کو ان سے ملنے جُلنے پر سزا دی گئی اور قیدِ تنہائی میں ڈالے گئے۔

ایک مرتبہ قاصد نے آپ کو شاہی فرمان لاکر دیا تو آپ نے اس کو بکری کے منہ میں دے دیا۔ اور وہ اس کو کھا گئی تو آپ نے فرمایا بس یہی اس کا جواب ہے۔

احساسِ گناہ

ابوالعباس بن عطاؒ کے پاس ایک مرتبہ بہت سے لوگ ملنے گئے۔ دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں اور آنسو چہرے پر بہہ رہے ہیں۔ لوگوں نے وجہ پوچھی، جواب دیا بھائی! ایک مرتبہ بچپن میں کسی شخص کا کبوتر پکڑ لیا تھا اگرچہ اس سے معافی مانگ لی تھی اور بہت کچھ اس کی خدمت بھی کر چکا ہوں۔ مگر جب اس گناہ کا خیال آتا ہے تو دل بیقرار ہو جاتا ہے اور کسی پہلو قرار نہیں آتا۔

ایک مرتبہ آپ سفر میں تھے۔ راستے میں چوروں نے حملہ کر دیا اور ساتھ میں جو بچے تھے ان کو ڈاکو قتل کرنے لگے آپ اس کیفیت کو دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔ ایک لڑکے نے کہا کہ ہمارے باپ بھی کیسے بے رحم ہیں کہ ہم پر یہ مصیبت آئی ہے اور وہ ہنس رہے ہیں۔ جواب میں کہا یہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ہو رہا ہے اس سے کہوں تو کیا کہوں اور کروں تو کیا کروں وہ دانا اور بینا ہے جو کرتا ہے وہ ٹھیک ہی کرتا ہے۔ چوروں پر آپ کی باتوں کا بہت اثر ہوا۔ اور وہ تائب ہو کر معافی مانگنے لگے۔

حُسنِ نصیحت

بہلول دانا جو عراق کے مشہور صوفی اور عالم تھے جو دیوانوں کی طرح زندگی گزارا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی جگہ بیٹھے ہوئے دو انسانوں کی کھوپڑیاں سامنے رکھے ہوئے بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ ہارون الرشید اکثر اسی راستہ سے گزرتا تھا چنانچہ اس کا گزر ہوا تو اس نے بہلول کو اس حالت میں دیکھ کر پوچھا۔ بہلول! آج کیا سوچ رہے ہو اور یہ سامنے کیا رکھ چھوڑا ہے؟

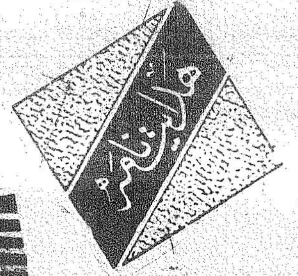
بہلول نے جواب دیا۔ دو کھوپڑیاں ہیں ایک میرے باپ کی اور دوسری تیرے باپ کی۔ میرا باپ ایک غریب، مسکین اور فقیر شخص تھا تمہارے والد بڑے صاحبِ سلطنت اور تاجدار بادشاہ تھے اب میں یہ غور کر رہا ہوں کہ مرنے کے بعد ان دونوں میں کوئی فرق باقی رہا یا نہیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ موت نے سارے امتیاز ختم کر دیے ہیں۔ گویا شاہ و گدا دونوں برابر ہیں۔ چنانچہ اہلِ عبرت کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

ایک آیت کا اثر

حضرت بایزید بسطامیؒ اپنے استاد کی خدمت میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ ایک دن سورۂ لقمان کی یہ آیت پڑھی کہ ان اشکرلی ولوالدیک یعنی میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا۔ شام کو گھر آئے تو اپنی والدہ سے کہنے لگے کہ آج میں نے پڑھا ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر کرو۔ مگر مجھے بڑا تردد ہے کہ میں دو کی اطاعت اور شکر کس طرح انجام دوں۔ یا تو آپ مجھے خدا سے مانگ لیجئے کہ ہر وقت میں آپ کی خدمت میں لگا رہوں یا پھر آپ مجھے خدا کے حوالہ کر دیجئے۔ تاکہ اس کی اطاعت و عبادت میں لگ جاؤں۔

ماں نے جواب دیا۔ بیٹا! میں تجھ کو خدا کے حوالے کرتی ہوں۔

آپ عبادت میں ایسے مشغول ہوئے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔



علمِ دین اور علماء



مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب

علم ایک ایسا زینہ ہے جس پر چڑھنے سے انسان بامِ عروج پر پہنچتا ہے۔ یہ انسان کی بلندی کا ضامن اور اس کے فضل و کمال کا باعث ہے۔ اسی سے انسان کے کمال کو فرشتوں پر ظاہر کیا گیا اور ان سے اس کے تفوق و برتری کا لوہا منوایا گیا۔ فرشتے حیران تھے کہ ایک فسادی عنصر کو زمین پر پھیلانے میں کیا حکمت و راز ہے تو خداوند قدوس نے حضرت آدمؑ کے علمی کمالات ان کے سامنے ظاہر کر کے بتلا دیا کہ یہ ایک نرالی مخلوق ہے۔ جو علم و حکمت کے زیور سے آراستہ ہو گی اور اس طرح زمین کو مزین کر دے گی۔ چنانچہ آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ انسان نے کتنے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا۔

لفظ علم اپنے اندر اتنی وسعتوں کو سمیٹے ہوئے ہے کہ اس کی جزئیات تو کجا اس کے انواع و اقسام کا استیعاب بھی دشوار تر ہے۔ زیرِ نظر سطروں میں صرف ایک نوع کا تذکرہ مقصود ہے۔ جس کا مقام سب سے بلند ہے اور وہ ہے علمِ دین۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ دین کا بقاء علم دین سے ہے اگر دین کا علم ہی نہ رہے اور پتہ نہ ہو کہ دین کسے کہتے ہیں تو پھر دین کیسے رہ سکتا ہے پھر لازماً گمراہی اور بے دینی پھیلے گی۔ اور وہ سب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ اس حقیقت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ظاہر فرمایا:

انّ اللہ لا یقبض العلم انتزاعًا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتّٰی اذا لم یبق عالمًا اتخذ الناس رؤسا جہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔
(بخاری۔ مسلم مشکوٰۃ ص۳۳)

"اللہ تعالیٰ علم کو بندوں سے چھین کر ختم نہیں کرتا بلکہ علماء کی موت سے علم ختم کرتا ہے پھر جب کوئی عالم باقی نہ رہے تو جاہلوں کو سیادت حاصل ہو جاتی ہے۔ ان سے مسائل دریافت کیے جاتے ہیں اور وہ باوجود علم نہ ہونے کے جواب دیتے ہیں خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔"

دین اور علمِ دین کے اس گہرے تعلق سے علمِ دین کا مقام واضح ہو گیا۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امّتِ مسلمہ کو علمِ دین حاصل کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور اس کی فضیلت واضح کر کے اس کی ترغیب دی۔ مثلاً فرمایا: "من یرد اللہ بہ خیرًا یفقہہ فی الدین" یعنی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری کا ارادہ کرے اسے دین میں سمجھ دے دیتا ہے۔ اور یہ حدیث باختلاف الفاظ حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے ذیل میں طلب علم کی فضیلت میں چند احادیث ملاحظہ فرماویں:

عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتّٰی یرجع (ترمذی۔ دارمی۔ مشکوٰۃ)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص علم کی تلاش میں نکلا تو وہ اللہ کی راہ میں ہے (گھر) واپس آنے تک۔

مطلب یہ ہوا کہ ایسا شخص ایک اہم جہاد میں لگا ہوا ہے۔ کیونکہ طلب علم سے دین زندہ ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث یوں ہے:

من سلک طریق یلتمس فیہ علماء

سہل اللہ لہ بہ طریقاً بہ الی الجنۃ (مشکوٰۃ)

"جو شخص علم دین کی تلاش میں کسی راستہ پر چل نکلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔"

بلکہ ایک حدیث میں تو طالب علم کا مقام ایسے انداز سے واضح فرمایا کہ دنیا کی تمام دولتیں اس پر قربان ہو جاویں۔ تو ہیچ ہے۔ یہ حدیث حضرت ابوالدرداء اور حضرت صفوانؓ بن عسال سے مروی ہے فرمایا:۔

ان الملائکۃ لتضع اجنحتہا رضا لطالب العلم۔

طالب علم کی رضا جوئی کے لیے فرشتہ اپنے پَر پھیلا دیتا ہے۔

پھر جس وقت علم کے مذاکرہ کا وقت ہوتا ہے خصوصاً قرآن مجید کا درس شروع ہوتا ہے اس وقت تو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے یوں ارشاد ہے:۔

ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ ویتدارسونہ بینہم الا نزلت علیہم السکینۃ وغشیتہم الرحمۃ وحفتہم الملائکۃ وذکرہم اللہ فیمن عندہ (مشکوٰۃ)

لوگ جب اللہ تعالیٰ کے کسی گھر میں اکٹھے ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کریں اور اسے پڑھیں پڑھائیں تو ان پر اطمینانی کیفیت نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ فرشتے ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ملاء اعلیٰ میں اُن کا ذکرِ خیر کرتے ہیں۔

یہ سب فضائل حاصل ہوتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ نیت خالص ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ اور علم حاصل کرنے والے کے ذہن میں دنیوی جاہ یا مال کا لالچ نہ ہو ورنہ سب کچھ اکارت جائے گا۔ اور سوائے خسران کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس بارہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ملاحظہ ہو:

عن کعب بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب العلم لیجاری بہ العلماء او لیماری بہ السفہاء او یصرف بہ وجوہ الناس الیہ ادخلہ اللہ النار۔ (مشکوٰۃ ص۳۴)

حضرت کعب بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص علم پڑھے تاکہ علماء سے مقابلہ کرے یا جاہلوں سے بحث کرے یا لوگوں کے چہرے اپنی طرف پھیر لے تو اسے اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کریں گے۔

وعن ابی هویرة عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تعلم علما کما یبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلم الا لیصیب بہ عرضا فی الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیامۃ یعنی ریحہا۔ (مشکوٰۃ ص۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص وہ علم حاصل کرے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہو (یعنی دین کا علم حاصل کرے) لیکن اس کا مقصود دنیا کا کوئی مفاد ہو (مثلاً عزوجاہ یا مال و دولت) تو اسے قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی حاصل نہ ہو گی۔

تو گویا تمام فضائل کے حاصل ہونے کا مدار اخلاص نیت پر ہے۔ اسی واسطے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری اور شیخ ولی الدینؒ نے مشکوٰۃ کے شروع میں یہ حدیث ذکر کی "انما الاعمال بالنیات" کہ اعمال میں حسن و قبح نیت سے پیدا ہوتا ہے تاکہ طلباء علوم دینیہ اپنی نیت میں اخلاص پیدا کریں۔

فضائل علماء

آپ ذرا علماء کا مقام جو صاحب شرح نے بیان کیا ہے اس پر غور فرما لیں۔ لیکن یہ خیال

میں رہے کہ علماء سے علماء سُو مراد نہیں، ان کا مقام کجا وہ تو خدا تعالیٰ کے نزدیک بدترین لوگ ہیں۔

ایک حدیث ملاحظہ ہو:

عن الاحوص بن حکیم عن ابیہ قال سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الشر فقال لا تسألونی عن الشر وسلونی عن الخیر یقولہا ثلاثا ثم قال الا ان شر الشر شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء۔

(مشکوٰۃ ص۳۷ بحوالہ دارمی)

احوص بن حکیم اپنے باپ (حکیم) سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے متعلق دریافت کیا۔ آپؐ (نے اس سوال کو ناپسند کیا) اور تین دفعہ فرمایا مجھ سے خیر پوچھا کرو شر نہ پوچھا کرو۔ پھر فرمایا۔ سن لو، بدوں سے بھی بدتر بُرے عالم ہیں اور سب نیکوں سے بہتر نیک عالم ہیں۔

اس حدیث میں اچھے علماء کو سب سے بہتر قرار دے کر ان کا مقام رفیع ظاہر کر دیا۔ خدا تعالیٰ کی بندگی اور عبادت سے اس کا قرب حاصل ہوتا ہے اور انسان اونچے مقامات طے کرتا ہے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں جو حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے یوں ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا بندہ نفلی عبادت سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے تاآنکہ مَیں اسے پیارا جانتا ہوں۔ پھر جب مَیں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان، آنکھیں، ہاتھ اور پاؤں میری رضا کے تابع ہو جاتے ہیں اور اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ الیٰ آخرہ۔

اگرچہ عبادت اور بندگی کی توفیق بہت بلند نعمت ہے لیکن علم کی دولت اس سے بلندتر ہے۔ ملاحظہ ہو ارشادِ نبوی:

ان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب (مشکوٰۃ ص۳۴)

عالم کو عبادت گزار پر وہ فضیلت حاصل ہے جو چودھویں رات کے چاند کو دیگر ستاروں پر ہے۔

بلکہ ایک دوسری حدیث میں عالم اور عابد کے درمیان فرقِ مراتب یوں بیان ہوا۔ کفضلی علیٰ ادناکم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بنی اسرائیل کے دو شخصوں کے بارہ میں سوال ہوا۔ ایک صرف فرض نماز ادا کر کے لوگوں کو دین سکھلانے بیٹھ جاتا۔ دوسرا دن کو روزہ رکھتا اور رات کو عبادت کرتا رہتا۔ اُن میں سے افضل کون ہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اس عالم کو عبادت گزار بندے پر ایسے فضیلت ہے جیسے مجھے تم میں سے کم درجے والے پر۔ (دارمی)

یہ تو آپ کا فرمان ہوا۔ بعض اوقات آپؐ نے اس کا عملی مظاہرہ بھی کیا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؐ نے مسجد نبویؐ میں دو جماعتیں دیکھیں ایک اُن میں سے ذکر و دعا میں مشغول تھی۔ دوسری دین کے سیکھنے سکھانے میں لگی ہوئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ دونوں اچھا کام کر رہی ہیں لیکن ایک جماعت کو دوسری پر فضیلت ہے۔ ایک فریق تو دعا میں لگا ہوا ہے خدا تعالیٰ چاہے تو ان کو دے اور چاہے تو نہ دے لیکن دوسرا فریق علم حاصل کر رہا ہے اور جاہلوں کو تعلیم دے رہا ہے۔ ان کا مقام بلند ہے۔ پھر آپ یہ کہہ کر کہ مجھے خداوند کریم نے معلّم بنا کر بھیجا دوسری جماعت میں بیٹھ گئے۔

ان تمام باتوں سے اچھے اہل علم کا مرتبہ واضح ہو گیا۔ اور یہ کہ عبادت گزاروں پر انہیں فوقیت حاصل ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر معلّم دین کا مجاہد سے بھی درجہ ہے۔ ازدی کہتے ہیں مَیں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جہاد کے بارہ میں سوال کیا تو فرمانے لگے۔ مَیں تجھے اس سے بھی بلند اور بہتر بات بتلاؤں۔ اور وہ یہ کہ تو مسجد بنا کر بیٹھ جائے اور لوگوں کو قرآن، سنّت اور دینی فقہ کی تعلیم دے پھر ایک نیک عالم کے لیے سارا جہان دعائے خیر کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان العالم یستغفرلہ من فی السمٰوٰت ومن فی الارض والحیتان فی جوف الماء (مشکوٰۃ ص۳۴)

عالم کے لیے آسمان والے، زمین والے اور پانی کے پیٹ میں مچھلیاں بھی دعاءِ مغفرت کرتی ہیں۔

اور قیامت کے دن علماء کو مغفرت بھی حاصل ہوگی۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ صفحہ ۴۷-۴۸ میں چند احادیث درج کی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کو باقی لوگوں سے الگ کرکے فرماویں گے کہ میں نے جو علم و حکمت سے امتیاز بخشا کہ میں تمہاری استعداد خیر کو جانتا تھا اور اس لیے علم نہیں دیا تھا کہ تمہیں عذاب دوں۔ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا ہے پھر قیامت کے دن انبیاء کرام کے بعد دوسری جماعت علماء کی ہوگی جنہیں گناہگاروں کے حق میں شفاعت کرنے کا حق دیا جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے:

عن عثمانؓ بن عفان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشفع یوم القیامۃ ثلاثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء۔ (ابن ماجہ) فطوبیٰ لاہل العلم طوبیٰ لہم۔

حضرت عثمانؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن تین جماعتیں شفاعت کریں گی۔ پہلے انبیاء، پھر علماء، پھر شہداء۔

ان احادیث مذکورہ کو بار بار پڑھیں اور علماء دین کے مقام کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ موجودہ دور میں امتِ مسلمہ میں جیسے اور بہت سی برائیاں جڑ پکڑ گئی ہیں۔ اسی طرح علماءِ دین سے نفرت کا بیج بھی بویا گیا ہے۔ ان کے خلاف متعدد محاذوں پر کام ہوا۔ اور عوام کو ان سے دور کرنے کی نامسعود کوشش بھی کی گئی۔ کبھی طوفان بدتمیزی بھی اٹھایا گیا اور کبھی غلط رنگ میں پروپیگنڈا کرکے انہیں بدنام کیا گیا۔ یہ ایک ایسی داستان ہے جس کا دہرانا بھی تکلیف دہ ہے۔ یہ بات تو درست ہے کہ بعض نام نہاد علماء نے ملتِ بیضا کو نقصان پہنچایا۔ لیکن امت پر یہ لازم تھا کہ اچھے اور برے کی کی پہچان کرے، علماء سوء کو الگ کرے اور نیک علماء سے اپنا دامن وابستہ رکھے۔

عوام سے گزارش کرنے کے بعد علماء امت سے بھی یہ توقع رکھنی چاہیے کہ وہ اپنے فرض منصبی کو بھی پہچانیں گے۔ جیسے علماء کا مقام بلند ہے اسی طرح ان کے کاندھوں پر بوجھ بھی بڑا ڈالا گیا ہے اور نہایت اہم ذمہ داری انہیں سونپی گئی ہے۔ دین خالص کا بیان ان کا شیوہ ہونا چاہیے اور بلاخوف لومۃ لائم حق کی شمع روشن رکھنی ہوگی۔ اس راستہ میں نہ تو خوف دامنگیر ہو اور نہ ہی مال کا لالچ پائے اثبات میں لغزش آنے دے۔ حق بہرکیف کہنا ہے خواہ کچھ کیوں نہ ہو اور کتمانِ حق سے یا مداہنت سے باز رہنا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے پاس علم ہے اور اس سے دریافت کیا گیا لیکن اس نے علم کو چھپایا تو قیامت کے دن آگ کی لگام منہ میں ڈالی جائے گی۔ (مشکوٰۃ ص۳۴)

علماء پر لازم ہے کہ بزرگانِ امت کے کردار کا مطالعہ کریں۔ ان کے کارنامے دیکھیں اور خود خداوند کریم کے ہاں سرخرو ہونے کی کوشش کریں۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

بالفرض پولیس نے بڑی دیانتداری سے چالان مرتب کیا۔ گواہ آخری وقت تک ثابت قدم رہے۔ مستغیث ماحول کے اثر سے متاثر نہیں ہوا اور بے بسانہ مفاہمت پر آمادہ نہیں ہوا۔ لیکن بایں ہمہ ملزم کو خوش بختی سے ایک ایسا وکیل میسر آگیا ہے جو وکالت کے علاوہ دلالی کا فن بھی جانتا ہے۔ تو سارا کیا کرایا دھرا رہ جائے گا اور دیانتداری پر بددیانتی غالب آجائے گی۔ حتیٰ کہ ابتدا سے لے کر انتہا تک تمام متعلقہ لوگوں کو ایسی بددلی اور مایوسی کا شکار بنا جائے گی کہ ان کے لئے پھر ہمت کر کے میدان میں نکلنا مشکل ہو جائیگا یا ایسا ہوگا کہ کوئی با حمیت اس ناکامی کے بعد اپنے ہاتھ سے انتقام لینے کی کوشش کرے گا، جو قانون کی نگاہ میں ایک اور جرم ہوگا۔ اور فساد کا ایک علیحدہ موضوع۔ غرض معاشرے کا ایک ایک حصہ فتنے کی مستقل تربیت گاہ بن چکا ہے۔

امید کا ایک سہارا

اس میں شک نہیں۔ کہ علماء کے مقدس گروہ کو اس گئے گزرے وقت میں بھی عوام کے ہر طبقہ کو مخاطب ہونے کے وہ مواقع حاصل ہیں جو کسی علاقہ مجسٹریٹ، ضلع کے حاکم اعلیٰ، پولیس افسر کسی حلقہ کے سیاسی رہنما بلکہ صدر مملکت کو بھی حاصل نہیں اور پھر یہ بھی درست ہے۔ کہ جن حقیقی بدنظمیوں اور بدعنوانیوں کے شکوے اور تذکرے اعلیٰ حکام اور ملک کے با اختیار طبقہ کے حقیقت پسند لوگ اپنے گھر کی چاردیواریوں اور اپنے خاص دوستوں کے حلقہ میں کرتے جھجکتے ہیں۔ علماء کی اکثریت اب بھی اس مقام پر ہے کہ ان حیا سوز بے اعتدالیوں اور ہلاکت خیز بے انصافیوں پر سر اجلاس کھڑے ہو کر تبصرہ کر سکے۔

لیکن پھر بھی علماء کا حلقہ اثر چونکہ لوگوں کی روز افزوں معاشی مصروفیتوں اور دین فراموشیوں کی وجہ سے دن بدن محدود ہو رہا ہے۔ بالخصوص دولت مند طبقہ بڑی حد تک اس حلقہ سے دور ہوتا جا رہا ہے اس لئے ضروری نہیں کہ علماء کا خطاب ہر طبقہ اور ہر طبقہ کی اکثریت تک پہنچ سکے۔

ظاہر ہے کہ اندریں حالات چند علماء حق کا سوز دروں کس کس طبقہ کی چارہ دری کا مداوا کر سکے گا۔ اور ایک واعظ مشفق کی نصیحت گری اور آتش بیانی ان بدمستان بادۂ غفلت کی افسردگی کو کہاں تک دور کرے گی۔

دل کی، جگر کی، سینے کی، پہلو کی، جان کی
آنسو بجھائیں آگ کو کس کس مکان کی

ضرورت ہے کہ معاشرے کا ہر طبقہ اپنی اپنی جگہ پر اصلاح حال کی مخلصانہ کوشش کرے، تاکہ اس ہمہ گیر فساد کے مقابلہ میں ہمہ گیر اصلاح کی دیانتدارانہ کوششیں بارآور ہو سکیں۔

علماء کے فرائض

علماء حضرات کو چاہیئے کہ صرف منبر و محراب اور حلقہ درس ہی کو اپنی تبلیغی اور اصلاحی کوششوں کا مرکز نہ بنائے رکھیں۔ اور نہ ہی محض فرقہ وارانہ اختلافی مسائل کو اپنی علمی کاوشوں کا مطمح نظر قرار دے کر دنیا کے معاشی، معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی مسائل سے بے خبر رہیں اور اس بے خبری کو زاہدانہ استغنا اور دنیا سے بے نیاز ہو کر دین کی خالص خدمت تصور کرتے رہیں۔ بلکہ اشد ضرورت ہے کہ یہ خادم دین طبقہ عوام کے قریب ہونے کی کوشش کرے اور ان حالات کا صرف مطالعہ ہی نہیں بلکہ ایک حد تک ان کے شریک حال ہو کر گہری واقفیت حاصل کرے۔ تاکہ ان کی معاشی مشکلات کا صحیح اندازہ ہو سکے اور تشخیص کے بعد مرض کا مداوا کر سکیں۔

یہ بھی ضروری ہے کہ علماء حضرات اپنے طرز خطاب میں مناسب تبدیلی پیدا کر کے اپنے حلقہ اثر کو وسیع کرنے کی کوشش کریں۔

دولت مندوں کے فرائض

کھاتے پیتے لوگوں کو اگر نصیحت گردوں کی نصیحت سننے اور وعظ کی مجلسوں میں شرکت سے ہتک محسوس ہوتی ہے تو بے شک کسی کی نہ سنیں۔ بلکہ پوری خودداری سے اپنے ضمیر سے مشورہ لیں۔ ان کا اپنا ضمیر یقیناً ان کی صحیح راہنمائی کرے گا اور تو اور ایک بدنظر آدمی کبھی گوارا نہ کرے گا۔ کہ اس کی بہو بیٹی کو بدنگاہ سے دیکھے۔ ایک زانی جس کی ساری زندگی اس کبیرہ گناہ سے ملوث ہے اگر کسی کو اپنی بیٹی، اپنی بیوی یا اپنی ماں سے زنا کرتے دیکھے گا۔ تو یقیناً برافروختہ ہوگا۔ بالکل اسی طرح وہ صاحب ثروت اور صاحب اثر و رسوخ جو رشوت دے کر دوسرے کا حق غصب کرنا چاہتا ہے یا دوسرے کے مقابلے میں جھوٹا مقدمہ جیتنا چاہتا ہے۔ اگر اسی حیثیت میں اپنے فریق مخالف کو تصور کر کے اپنے ضمیر سے مشورہ لے گا کہ اگر دوسرے کا رشوت دے کر تیرے حق کو غصب کرنا تجھے گوارا نہیں۔ تو تیرا رشوت دے کر دوسرے کا حق غصب کرنا کیونکر گوارا ہو سکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر وہ بدعنوانی جو اپنے حق میں تجھے گوارا نہیں چاہیئے کہ دوسرے کے متعلق تو بھی

معاشرہ کے ہر طبقہ کو اپنی اپنی اصلاح پر توجہ دینی چاہیئے

معاشری فساد کا ایک مختصر جائزہ



باگردن روزگار را زنجیرے　　یا سرکشیٔ زمانہ را تدبیرے
اے زاغ وشاں بسے پرید بلند　　سنگے! چوبے! اگرے! تفنگے! تیرے

اخلاقی فساد کی ہمہ گیری اور معاشری فتنوں کا عام رواج و شیوع اس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ جب تک ہر اس مقام سے فتنے کی روک تھام نہ کی جائے، جہاں سے فتنہ اُٹھتا ہو، اس وقت تک کسی فساد کا رکنا محال ہے کیونکہ فتنہ خیزی اور فتنہ انگیزی کسی مقام پر یا کسی ایک طبقہ میں منحصر نہیں۔ بلکہ ہر مقام سے فتنہ اٹھتا ہے۔ ہر طبقہ کے معاشری ماحول میں پرورش پاتا ہے اور انسانی آبادی کے در و بام پر مسلط ہو رہا ہے۔

چھوٹے چھوٹے طبقات میں اگر چھوٹے چھوٹے فتنے پھیلے ہوئے ہیں تو بڑے بڑے طبقات اور بلند سطح کے اونچے حلقوں میں فتنوں اور فسادات کی بلندی اور ہولناکی بھی اسی پیمانے کی پائی جاتی ہے۔ ایک ایک فرد کے انفرادی اعمال مل کر ماحول کی عام فضا مرتب کرتے ہیں یا ماحول کی فضا افراد کی ترتیب کرکے ان کے اعمال کو اپنے قالب میں ڈھالتی ہے اس بحث سے قطع نظر امر واقع یہی ہے کہ ہر طبقہ کی زندگی اور انسانی زندگی کا ہر شعبہ معصیت آلودہ ہے اور اخلاقی پستی کا شکار ہو چکا ہے الا ماشاء اللہ

جنسی آوارگی کی بد اخلاقی ہی کو لے لو۔ اس نوعیت کے جرائم کا ارتکاب عموماً انہی لوگوں سے ہوتا ہے اور وہی لوگ کسی کی بہو بیٹی کی آبرو پر ہاتھ ڈالتے ہیں۔ جنہیں مالی معیشت یا قوت بازو کی حیثیت سے دوسروں پر برتری حاصل ہوتی ہے ارتکاب کے بعد یہ جرم انفرادی حد سے آگے بڑھتا ہے اور سوسائٹی کے دخل و عمل کے سپرد ہوتا ہے۔ اب ہر آدمی کو موقع حاصل ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں اپنے کردار کا مظاہرہ کرے۔

۱۔ حلقہ کے کھاتے پیتے آدمی اس کھلتے پیتے مجرم کی اس لئے حمایت کرتے ہیں کہ ایسے ہی مواقع میں وہ مجرم اور مجرم کے ساتھیوں سے مدد حاصل کر چکے ہوتے ہیں یا آئندہ اپنے عزائم کی بنا پر مدد کے امیدوار ہوتے ہیں۔

۲۔ عوام مظلوم کے بجائے بالعموم ظالم کا ساتھ دیتے ہیں کیونکہ مظلوم کا ساتھ دینے میں وقت، قوت اور پیسہ صرف کرکے کسی سہولت کے بجائے الٹا بڑے لوگوں کی مخالفت کا خطرہ خریدنا پڑتا ہے اور ظالم کی حمایت سے کچھ خرچ کئے بغیر اونچے طبقہ سے نشست و برخاست اور ہمسری کا فخر حاصل ہو جاتا ہے جو معاشرے میں برتری کے علاوہ قسم قسم کی معاشی سہولتوں کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

۳۔ رہا مظلوم سو وہ بھی چونکہ اسی ماحول کا پروردہ اور اسی معاشرہ کا ایک فرد ہے اور تمام گرد و پیش سے واقف ہے۔ وہ بھی حالات کا جائزہ لے کر کے قانونی چارہ جوئی کے بجائے خاموش رہنے کو ترجیح دیتا ہے اور بصورت دیگر اگر دلی رنج کا جوش۔ بعض ہمدردوں کی حوصلہ افزائی یا کسی متعلقہ افسر کی نمائشی حق پسندی اور عوام نوازی کی شہرت کسی ظالم کو قانونی چارہ جوئی میں مبتلا بھی کر دے تو کئی پولیس افسر محض اس بزدلی کی بنا پر معاملہ کو ابتدائی منزل ہی میں ختم کرنا مصلحت سمجھتے ہیں۔ اور اپنے خاص طریقے کے مطابق ختم کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ کہ کہیں ملزمان کے اثر و رسوخ سے گواہ عدالت میں جاکر منحرف ہو گئے۔ تو ہمارے چالان اور دیانتدارانہ کوششوں کا کیا حشر ہوگا

مظلوم کے لئے عدالت ایک آخری سہارا ہے۔ لیکن اول تو عدالتیں دفتری نظام حکومت میں حقائق کے بجائے ریکارڈ کے الفاظ کی پابند ہوتی ہیں اور کسی دعوٰی کی تصدیق و تکذیب کا مدار شہادت پر ہوتا ہے۔ لیکن شہادتیں برادریوں کے اثر و رسوخ، با اثر لوگوں کے دباؤ اور ماحول کے زہریلے اثر سے اگر بچ بھی جائیں۔ تو آخر پیسے کے زور پر خریدی بھی جا سکتی ہیں اور یہاں پہنچ کر ایک غریب آدمی ناچار دم توڑ جاتا ہے

ایسی کوششوں کو ترک کر دے۔

غریب طبقہ کے فرائض

بے بس اور غریب عوام کو ان تلخ تجربوں کے بعد اب یقین کر لینا چاہیئے کہ مالداروں کے بجائے اب رب العزت کا سہارا ہی عزت و ناموس کا نگہبان ہو سکتا ہے، دنیا میں باغیرت قوموں نے ہی ہمیشہ سرفرازی حاصل کی ہے۔ خواہ وہ غربت و افلاس کی آخری حد تک پہنچی ہوئی ہوں اور بے غیرت قومیں ہمیشہ ہلاک ہوئی ہیں۔ خواہ قارونی خزانوں کی مالک اور تخت و تاج کی پروردہ ہوں۔

حکام کے فرائض

حکام خواہ وہ کسی شعبہ سے تعلق رکھتے ہوں ان کو چاہیئے کہ دوسروں کو ہدایات دینے سے زیادہ آپس میں بیٹھ کر نیک دلی اور راست روی سے باہم معاہدے کریں اور اس کے بعد حتی الامکان ہر مقدمہ اور ہر معاملہ کو موقع پر پہنچ کر شہادت عامہ اور واقعات کی روشنی میں جلد از جلد ختم کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ بدعنوان عنصر کو دراندازی کا کم سے کم موقع ملے۔

وکلا اس وکیل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے اور اسے عوام میں رسوا کرنے کی کوشش کریں جو دلالی کے فرائض انجام دے کر عدالت کو الٹا گمراہ کرنے اور حق کی گردن پر چھری پھیرنے کی کوشش کرتا ہے اور ایک شریف کو بدنام کر رہا ہے۔ دوسری اصلاحی تجاویز کے ساتھ بار ایسوسی ایشن کی مجلسوں میں اس تجویز کو سرفہرست جگہ دی جائے۔

اخبارات

یہ فرض سب سے بڑھ کر اخبارات و رسائل پر عائد ہوتا ہے۔ اخبارات کو چاہیئے کہ جس طرح ہر پرچے کا ہفتہ میں ایک علمی ادبی نمبر، اقتصادی تجارتی اور دیگر ہر شعبہ زندگی کے متعلق نمبر شائع ہوتے رہتے ہیں اسی طرح ہر ہفتہ میں ایک خاص اخلاقی نمبر بھی شائع ہوا کرے۔ جس میں بلند پایہ اصلاحی اور اخلاقی مضامین کے علاوہ مختلف تجاویز شائع ہوں۔ جو اصلاح حال کے متعلق ملک کے اہل فکر پیش کریں۔

غرض جس طرح فتنہ ہر طبقے کی گود میں پرورش پا رہا ہے۔ اسی طرح اصلاح کی کوششیں بھی ہر مقام سے شروع ہو جائیں۔ اور فساد کے زہر کو اصلاح کا تریاق اسی جگہ سے میسر آ سکے۔

فتنے کی اصل جڑ

فی الحقیقت ہر طبقہ بلکہ ہر فرد کی مصلحت پسندیاں تمام فتنوں کی جڑ ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا جب بھی فتنوں کے ہجوم میں مبتلا ہوئی ہے اور ماحول میں عام فساد پھیلا ہے۔ تو ایسے عالمگیر فساد میں اصلاح کی توفیق صرف مرد حق پرست کو ہوئی ہے۔ جس نے تمام مصلحت پسندیوں اور ہر دلعزیزیوں کو بالائے طاق رکھ کر صرف رضائے حق کو مقدم سمجھا۔ اور عزت صرف اللہ کی اطاعت میں یقین کی یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام کے مقدس گروہ نے ہمیشہ قلت و کثرت اور دولت مندی و افلاس کے اندازوں کو نظر انداز کر کے ساری دنیا کے مقابلے میں یکساں آواز بلند کی۔ یہاں تک کہ ماحول کی فضا کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا۔ ظلم کی جگہ انصاف اور فساد کی جگہ امن قائم کر دیا۔

ایک مجرب علاج

اب بھی دنیا اگر امن کی دولت حاصل کر سکتی ہے۔ تو انہی مقدس ہستیوں کے نقش قدم پر چل کر ہی کر سکتی ہے۔ مصلحت پسندوں کی مصلحتیں اگر ایک کے حق میں مفید ہوں تو یقیناً دوسروں کے خلاف ہوں گی صرف رب العالمین کی حکمت بالغہ اور آسمانی قانون ہی کی یہ حیثیت ہو سکتی ہے کہ ساری کائنات کے لئے یکساں مفید ہو۔

بقیہ: مجلس ذکر

غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔

پس خدا کی رحمت ہی کی وجہ سے آپ لوگوں سے اس قدر نرم ہیں اگر آپ سخت دل ہوتے تو یہ ساری جماعت آپ سے بھاگ جاتی اور کوئی شخص قریب نہ آنے پاتا۔

اللہ تعالے ہمیں حضورؐ کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

قائد اسلامی انقلاب مولانا مفتی محمود مدظلہ، کی صحت یابی کے لیے

دعا کی درخواست

قائد اسلامی انقلاب حضرت مولانا مفتی محمود ایم۔این۔اے شوگر کے شدید عارضہ کے باعث علیل ہیں اور ڈاکٹروں نے انہیں مکمل آرام کا مشورہ دیا ہے۔ تمام مسلمانان پاکستان سے استدعا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی صحت و سلامتی کے لیے مساجد میں خصوصی دعائیں مانگیں۔ اللہ تعالے انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین! (ادارہ)

بقیہ: شذرہ

محلّات کے لیڈر کے دروازے اس کے لیے بند ہوتے ہیں۔

- محلّہ کے لیڈر غریبوں کے دکھ میں شریک ہوتے ہیں۔ لیکن محلّات کے لیڈر ان کے دکھ میں شریک ہونا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔
- الغرض محلّہ کے لیڈر دن میں پانچ مرتبہ اپنے عوام سے ملتے ہیں لیکن محلّات کے لیڈر سیلاب اور زلزلہ کے بعد ان کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے لیے تشریف لے جاتے ہیں۔ فرق سورج اور چاند کی طرح واضح ہے۔ ؏

گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

شریعت کیا چاہتی ہے؟

امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

۱:۔ جس طرح دنیا دار لوگ چاہتے ہیں کہ مرتے وقت بھی مُنہ میں دُودھ یا شہد ڈالا جائے۔ اسی طرح شریعت کہتی ہے کہ آخری دم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھتے ہوئے نکلے۔ یہ چیزیں قرآن کریم کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے پیدا ہو جاتی ہے۔

۲:۔ یاد رکھو۔ یتیموں کا مال کھانا حرام ہے۔ یہ تیجا، یہ ساتا، یہ چالیسواں سب اسلام کے خلاف ہیں۔

ضروری اطلاع

جمیع مسلمانوں کو مطلع کیا جا رہا ہے کہ ہمارے مدرسہ جامعہ دارالفیوض کندہ کوٹ ضلع جیکب آباد کے نام پر کافی جھوٹے سفیر چندہ وصول کر رہے ہیں ہمارے مدرسہ کا کوئی سفیر نہیں ہے۔ اگر کوئی جھوٹا سفیر اس مدرسہ کے نام پر چندہ کرتے ہوئے مل جائے تو اس کو پولیس کے سپرد کر دیا جائے۔

مولوی عمر الدین نائب مہتمم مدرسہ جامعہ دارالفیوض کندہ کوٹ ضلع جیکب آباد سندھ ۔ فون نمبر ۴۳

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ کا ۱۹۷۵ء / ۱۳۹۵ھ کی پہلی ششماہی کا اشاعتی پروگرام

النبی الخاتم ﷺ طباعت پنجم سید مناظر احسن گیلانی رحمہ	ہیں بڑے مسلمان عت طباعت سوم عبدالرشید ارشد	مسائل بہشتی زیور عت طباعت سوم خلاصہ بہشتی زیور	مکتوبات سید احمد شہید رحمہ در فارسی
تربیت السالک حضرت تھانوی رحمہ	مقدمات و بیانات اکابر مقدمہ کراچی و قول فیصل	تدوین فقہ سید مناظر احسن گیلانی	سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ امام ابو محمد عبداللہ م ۲۱۴
چند نامور شخصیات قریباً تیس مشاہیر کا سیرتی خاکہ	اصلاحی نصاب حضرت تھانوی کی چند کتب	سیرت جنید رحمہ فضل احمد عارف	تاریخ حدیث غلام جیلانی برق
تفسیر عثمانی مع ترجمہ شیخ الہند	تفسیر روح المعانی ۱۲-۱۳ جلد	فضلائے دیوبند نمبر ۲ قاری فیوض الرحمن	سرحد کے ممتاز علماء دین قاری فیوض الرحمن
تحریک آزادی کے نامور سپوت ضیاء الرحمن فاروقی	مندرجہ بالا کتب کے علاوہ دو تین کتب کا بروقت اعلان ہوگا		تفسیر روح المعانی ۱۱ جلدیں
مبادیات فن مباحثہ حفیظ صدیقی	اُسوۂ رسول ﷺ فضل الرحمن دہرکوٹی	مذہب اور سائنس عبدالباری ندوی	شاہ ولی اللہ اور ان کا کام انگلش ڈاکٹر فضل محمود

شائع ہو چکی ہیں ــــــــ یہ ترقی پذیر ادارہ پبلک لمیٹڈ کمپنی کی شکل میں کام کر رہا ہے ــــ حصص کی فروخت جاری ہے۔ ایک نام سے دس دس روپے کے دس حصص سے لے کر ڈھائی ہزار حصص تک خریدے جا سکتے ہیں، چلتے ہوئے تجارتی ادارے میں سرمایہ لگا کر دینی کتب کی اشاعت کے فروغ میں حصہ لیجیے اور گھر بیٹھے بٹھائے معقول نفع حاصل کیجیے۔

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ ۞ ۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

ناشران، تاجران کتب عالیہ اسلامیہ

خدام الدین کی اشاعت بڑھانا آپ کا دینی اور اخلاقی فرض ہے

حافظ فیض احمد
مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن کنری

حضرت بہلولؒ

حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں کہ بصرہ کی راہ میں مجھے چند لڑکے ملے جو اخروٹ و بادام سے کھیل رہے تھے ان سے علیحدہ ایک لڑکے کو دیکھا جو ان لڑکوں کو دیکھ دیکھ کر رو رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا شاید یہ لڑکا ان کے پاس اخروٹ و بادام دیکھ کر رو رہا ہے۔ اس کے پاس کھیلنے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ میں نے کہا بیٹے تم کیوں روتے ہو۔ میں تمہیں اخروٹ اور بادام لے کر دوں گا تم ان سے کھیلنا اس لڑکے نے میری طرف سر اٹھا کر دیکھا اور کہا اے کم عقل ہم کھیل کود کے لئے پیدا نہیں ہوئے ہیں نے کہا صاحبزادے پھر کس لئے پیدا ہوئے ہیں ؟ کہا علم حاصل کرنے اور خدا کی عبادت کرنے کے لئے میں نے کہا یہ کہاں سے تمہیں معلوم ہوا خدا تمہاری عمر میں برکت دے۔ کہنے لگا اللہ تعالے فرماتا ہے افحسبتم انما خلقنکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون

ترجمہ :- کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بیکار اور نکما پیدا کیا اور تم لوٹ کر ہمارے پاس نہ آؤ گے۔

میں نے کہا صاحبزادے تم تو مجھے عقلمند معلوم ہوتے ہو کچھ مختصر سی نصیحت کرو کہا دنیا چل چلاؤ پر آمادہ سفر ہے نہ دنیا کسی کے واسطے رہنے والی ہے نہ کوئی شخص دنیا میں باقی رہے گا دنیا کی زندگی اور موت انسان کے واسطے ایسی ہے جیسے دو گھوڑے تیز رفتار یکے بعد دیگرے آنے والے ہوں اے دنیا کے فریفتہ دنیا چھوڑ اور سامانِ سفر اس میں درست کر حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں وہ یہ کہہ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا اور ہاتھوں سے اشارہ کیا اور آنسوؤں اس کے دونوں رخساروں پر موتیوں کی لڑیوں کی طرح گرنے لگے اور یہ کہا :-

اے خدائے چارۂ سازِ بیکساں۔ اے رحیم چارۂ دردِ نہاں
جس کسی نے بھی لگائی تجھ سے آس
پا گیا مطلب رہی دل میں نہ یاس

یہ کہہ کر وہ لڑکا بے ہوش ہو کر گر پڑا میں نے اس کا سر اپنی گود میں اٹھا لیا اور اپنی آستین سے اس کے چہرہ کی خاک صاف کی جب ہوش میں آیا میں نے کہا صاحبزادے تمہیں کیا ہوا ہے۔ تم تو ابھی بچے معصوم ہو کوئی گناہ تمہارے نام نہیں لکھا گیا کہا بہلولؒ مجھے چھوڑ دو میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے وہ آگ جلاتے ہیں جب تک چھوٹے چھوٹے تنکے گھاس پھوس بڑی لکڑیوں میں نہیں ملاتیں آگ روشن نہیں ہوتی میں ڈرتا ہوں کہ خدا نخواستہ دوزخ کے ایندھن پر جب بڑے بڑے کافر ڈالے گئے اگر ان کو آگ نہ لگی مجھے ڈر ہے کہ ان کے ساتھ مجھے نہ ڈال دیا جائے پھر میں نے کہا۔ صاحبزادے تم بڑے ہی عقلمند ہوشیار ہو۔ مجھ کو مختصر سی کچھ اور نصیحت کرو۔

کہنے لگا دو دن کی زندگی ہے اسے غفلت کی نذر نہ کر اور اللہ کی عبادت کر کے آخرت کے گھر کی تیاری کرو۔ پھر کہا، افسوس میں غفلت میں رہا اور موت پیچھے آرہی ہے، آج نہ گیا تو کل ضرور جانا ہے۔ دنیا میں اپنے جسم کو نرم اور نفیس پوشاک میں چھپایا تو کیا فائدہ آخر مرنے کے بعد خاک ہو جاتا ہے اور قبر میں خاک کا اوڑھنا اور خاک کا ہی بچھونا ہے۔ ہائے مرتے ہی سب خوبی حسن و جمال جاتی رہے گی اور ہڈیوں پر گوشت کا نشان تک نہ رہے گا وائے صد وائے عمر گذر گئی اور کوئی مراد حاصل نہ ہوئی نہ میرے ساتھ کوئی سفر کا توشہ ہے اور میں ایسے حاکم مالک کے اس حال میں کھڑا ہوں گا کہ گناہ کا بار سر پر ہو گا دنیا میں ہزار پردوں میں خدائے کریم کی نافرمانی کر کے گناہ کئے۔ مگر قیامت میں وہ سب عالم الغیب کے سامنے ظاہر ہوں گے کیا دنیا میں خدا کے غضب سے بے خوف ہو کر گناہ کرتا تھا نہیں بلکہ اس کی مغفرت اور بردباری پر تکیہ تھا وہ ارحم الرحمٰن چاہے عذاب دے چاہے محض اپنے کرم سے درگزر فرمائے ؞

ٹیلیفون نمبر
۶۷۵۴۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر
۹۰۳۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۹۱-۲۲۷ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۷۶-۲۰۷D.D.۹ مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۶۳ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.M/۳۰-۱۵۲۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

خدام الدین

ماہِ ربیع الاوّل میں

یارِ غارِ رسولؐ، رفیقِ مزارِ رسولؐ، فداکارِ رسولؐ، پیکرِ صداقت،

رہبرِ امّت، محسنِ اسلام، افضل البشر بعد الانبیاء، امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین

سیّدنا ابوبکر صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ

کی

حیاتِ طیبہ پر ایک "عظیم الشان نمبر" شائع کر رہا ہے

یہ نمبر ایک علمی، تاریخی، تحقیقی دستاویز اور معلوماتی انسائیکلوپیڈیا ہوگا

مضمون نگار حضرات ۱۵ صفر المظفر تک اپنے مضامین بھیج دیں۔